جنّت سے ـــــ جنّت تک

سفرنامۂ بنی آدم

انسان جنت سے نکالا گیا، یہی اس کا اصلی وطن ہے اور اسی وطن کی طرف ایک طویل سفر کے بعد اسے واپس لوٹنا ہے ـــ یہ دنیا نہ صرف یہ کہ ایک عارضی ٹھکانا ہے، بلکہ اس کے اس طویل سفر کی ایک منزل ہے ـــــ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے :

"کن فی الدنیا کانك غریب او عابر سبیل"

"اس دنیا میں یوں رہ گویا کہ تُو ایک پردیسی ہے یا راہ چلتا مسافر!"

اس مسافر کو سفر پر روانہ ہونے سے قبل ہی اس کے رب نے خبردار کر دیا تھا کہ :

"اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْ بَعْدِهِمْ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ"

(الاعراف : ۱۷۲-۱۷۳)

"کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انھوں نے کہا، کیوں نہیں! ہم گواہ ہیں (کہ تُو ہمارا رب ہے ـ یہ اقرار اس لیے ہے) کہ قیامت کے دن (کہیں یوں نہ) کہنے لگو کہ ہمیں تو اس کی خبر نہ تھی ـــــ یا یہ (نہ) کہو کہ شرک تو پہلے ہمارے بڑوں نے کیا تھا اور ہم ان کی اولاد تھے (جو) ان کے بعد (پیدا ہوئے) تو کیا جو کام اہلِ باطل کرتے رہے، اس کے بدلے تُو ہمیں ہلاک کرتا ہے؟"

یہ وہ عہد ہے جو تمام بنی آدم سے لیا گیا، جب کہ ایک دوسرا عہد وہ ہے جو تمام نبیوں سے لیا گیا :

"وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ"

(آلِ عمران : ۸۱)

"اور جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد لیا کہ جب میں تمھیں کتاب و حکمت عطا کروں، پھر تمہارے پاس کوئی رسول آئے جو اس چیز کی تصدیق کرے جو تمہارے پاس ہے، تو تمہیں ضرور اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنی ہوگی، پھر پوچھا کہ کیا تم نے اقرار کیا اور اس اقرار پر میرا ذمہ لیا (یعنی مجھے ضامن ٹھہرایا؟) انھوں نے کہا، ہم نے اقرار کیا! فرمایا، پھر تم بھی (اس عہد کے) گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں!"

مختصر تفسیر فتح القدیر للشوکانی میں اس آیت کے تحت مذکور ہے:

"فقد اخذ اللہ میثاق الانبیاء ان یّصدّق بعضھم بعضًا بالایمان، ویامر بعضھم بعضًا بذالك، ویأمروا اممھم بذالك ... عن علیّ قال : لم یبعث اللہ نبیّا، آدم فمن بعدہ، الّا اخذ علیه العھد فی محمّد لئن بعث وھو حیّ لیؤمننّ به ولینصرنّه، ویأمرہ فیاخذ العھد علیٰ قومه"

"اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام سے عہد لیا کہ وہ ایمان میں ایک دوسرے کی تصدیق کریں، ایک دوسرے کو اس کا حکم دیں اور اپنی اپنی امتوں کو بھی اس کی وصیت کریں... جب کہ حضرت علیؓ سے مروی ہے، آپؓ نے فرمایا: آدمؑ کے بعد اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں عہد نہ لیا گیا ہو کہ اگر آپؐ اس کی زندگی میں مبعوث ہو جائیں تو آپؐ پر ایمان بھی لائے اور آپؐ کی مدد بھی کرے، پھر یہی عہد اپنی قوم سے بھی لے!"

احسن التفاسیر میں آیت مذکور کے تحت لکھا ہے:

"اللہ تعالیٰ نے پہلے نبی سے اس کے مابعد میں آنے والے نبی کی بابت یہ عہد لیا ہے کہ اگر پہلا نبی مابعد میں آنے والے نبی کا زمانہ پائے تو خود اس پر ایمان لائے، جب ضرورت پڑے اس کی مدد کرے، ورنہ اپنی امت کو اس کے موافق وصیت کر جائے ـــــ یہ معاہدہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر حضرت عیسیٰؑ پر ختم ہوتا ہے، چنانچہ اس معاہدہ کی بناء پر آپؐ نے یہ فرمایا ہے کہ اگر موسیٰؑ زندہ ہوتے اور تم مجھ کو چھوڑ کر حضرت موسیٰؑ کی فرمانبرداری کرتے تو بلاشک تم لوگ گمراہ ہو جاتے۔"

سطورِ بالا سے ظاہر ہے کہ توحید و رسالت کے یہ وہ دو عہد ہیں، جن میں سے اوّل الذکر عہد بنی آدم کے ہر فرد سے براہِ راست، جبکہ ثانی الذکر عہد انبیاء علیہم السلام، نیز ان کی وساطت سے تمام افرادِ امم سے لیا گیا ـــــ یہی وہ زادِ راہ یا توشہ ہے جو بنی آدم کو جنت سے لے کر جنت تک کے سفر میں عطا فرمایا گیا!

یہ اس وقت کی بات ہے جب ہنوز اس سفر کی ابتداء نہ ہوئی تھی ـــــ رہے وہ حالات جن میں یہ سفر شروع ہوا، تو یہ معلوم کر لینا بھی ضرورت سے خالی نہیں!

قرآنِ مجید ہمیں یہ بتلاتا ہے کہ آدمؑ کو پیدا کرنے کے بعد اللہ رب العزّت نے تمام فرشتوں کو، اور ابلیس کو بھی، یہ حکم دیا کہ وہ آدم کے لیے سجدہ کریں ـــــ فرشتوں نے اس حکم کی تعمیل کی، لیکن ابلیس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ:

"اَنَا خَیۡرٌ مِّنۡہُ خَلَقۡتَنِیۡ مِنۡ نَّارٍ وَّخَلَقۡتَہٗ مِنۡ طِیۡنٍ"

(الاعراف: ۱۲)

"میں اس سے بہتر ہوں (کہ اے اللہ،) تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اس آدم کو مٹی سے بنایا ہے[1]!"

---

[1] دوسرے مقام پر قرآنِ مجید نے اس کا انکار یوں نقل فرمایا ہے:

"لَمۡ اَکُنۡ لِّاَسۡجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقۡتَہٗ مِنۡ صَلۡصَالٍ مِّنۡ حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ"

(الحجر: ۳۳)

"میں ایسا نہیں ہوں کہ اس بشر کو، جسے تو نے کھنکھناتے سڑے ہوئے گارے سے بنایا ہے، سجدہ کروں۔"

اس نافرمانی کے نتیجہ میں اللہ ربّ العزّت نے فرمایا :

" فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ۝ وَإِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ إِلَىٰ

(بقیہ حاشیہ) قرآنی الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ ابلیس نے بشر کو حقیر سمجھا، چنانچہ یہ ہوائی سب سے پہلے اسی نے اڑائی ـــــ پھر اسی کا یہ نتیجہ تھا کہ امم سابقہ میں سے تقریباً ہر امت نے اپنے انبیاءؑ کو محض ان کی بشریت کی وجہ سے جھٹلا دیا اور ان پر ایمان لانے سے گریزاں رہی (اِلّا ماشاء اللہ!) قرآنِ مجید گواہ ہے :

" وَمَا مَنَعَ النَّاسَ إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَسُولًا " (بنی اسرآئیل : ۹۴)

"جب لوگوں کے پاس ہدایت آئی تو ایمان لانے سے انھیں صرف یہی بات مانع ہوئی کہ انھوں نے کہا، کیا اللہ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟"

یہی اعتراض مشرکینِ مکہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی تھا، جس کے جواب میں اللہ ربّ العزّت نے فرمایا :

" قُلْ لَوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةٌ يَمْشُونَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ مَلَكًا رَسُولًا " (بنی اسرآئیل ۹۵)

"آپؐ فرما دیجیے کہ اگر زمین میں فرشتے ہوتے، چلتے پھرتے اور آرام پکڑتے تو ہم ان کے پاس رسول بھی فرشتہ ہی بھیجتے"

(لیکن چوں کہ زمین میں بشر آباد ہیں، اس لیے بشر ہی کو ان کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا)

دراصل انبیاء علیہم السلام کی بشریت پر تعجب کی وجہ ان لوگوں کا یہ خیال تھا کہ بشر رسول نہیں ہو سکتا، جب کہ آج یہ کہا جا رہا ہے کہ رسول بشر نہیں ہوتا ـــــ نتیجہ دونوں باتوں کا ایک ہے کہ بشریت اور رسالت کا ایک وجود میں جمع ہونا محال ہے، حالانکہ قرآنِ مجید میں ہے :

" قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا "

(بنی اسرآئیل : ۹۳)

يَوْمِ الدِّيْنِ ۔" (الحجر: ۳۴-۳۵)

"یہاں سے نکل جا، تو مردُود ہے! اور تجھ پر قیامت کے دن تک لعنت برسے گی!"

اس پر اس نے اللہ ربّ العزت سے روزِ قیامت تک کے لیے مہلت طلب کی، اور مہلت مل جانے کے بعد یہ باغیانہ اعلان کیا کہ:

"فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ۔" (الاعراف: ۱۶-۱۷)

"مجھے تو تُو نے ملعون کیا ہی ہے، میں بھی تیرے سیدھے رستے پر ان (کو گمراہ کرنے) کے لیے بیٹھوں گا ـــــ پھر انھیں ان کے آگے سے، پیچھے سے، داہنے

(بقیہ حاشیہ)

"اے نبی ﷺ) آپؐ فرما دیجئے، میرا رب پاک ہے ـــــ میں تو بشر رسول ہوں!"

دیکھیے، بشریتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ کس قدر واضح دلائل ہیں، اس کے باوجود آپؐ کو "نورٌ مّن نور اللہ" باور کرانے کی کوششیں ہو رہی ہیں، جو کہ صریحاً شرک ہے ـــــ العیاذ باللہ!

اس عقیدہ کے حاملین کا کہنا یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر کہنا آپؐ کی توہین ہے ـــــ حالاں کہ یہ توہین تو جب ہو، جب یہ کوئی خود ساختہ عقیدہ ہو اور قرآنِ مجید سے ثابت نہ ہو ـــــ قرآنِ مجید تو واضح الفاظ میں یہ اعلان کر رہا ہے، اور ارشادِ باری تعالیٰ کے تحت خود آپؐ نے بھی یہ اعلان کیا ـــــ مزید برآں، بشر کوئی کمتر مخلوق ہے ہی نہیں، بشر تو مسجود الملائکہ تھا اور اشرف المخلوقات:

"وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۔" (التّین: ۴)

"اور ہم نے انسان کو "احسنِ تقویم" (سب سے اچھی صورت) میں پیدا کیا ہے!"

رہی یہ بات کہ "ہم بھی بشر، اور حضورؐ بھی بشر، توبہ! توبہ!"

سے اور باھنے سے آؤں گا (جس کے نتیجے میں) تُو اُن کی اکثریت کو شکر گزار نہیں پائے گا۔"

اس کے بعد اللہ رب العزت نے حضرت آدمؑ اور ان کی بیوی کو جنت میں ٹھہرنے کا حکم دیا ــــ اس ہدایت کے ساتھ کہ:

"وَکُلَا مِنۡهَا رَغَدًا حَيۡثُ شِئۡتُمَا وَلَا تَقۡرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوۡنَا مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ" (البقرۃ: ۳۵)

"تم دونوں اس جنت میں سے جہاں سے چاہو بافراغت کھاؤ، ہاں اس ایک درخت کے قریب نہ جانا، ورنہ تم دونوں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے!"

اب ابلیس، جو آدمؑ سے کھلی دشمنی کا واشگاف اعلان کر چکا تھا، ان دونوں کو جنت سے نکالنے کی تدبیریں سوچنے لگا۔ بالآخر انھیں پٹی یہ پڑھائی کہ:

"مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنۡ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّاۤ اَنۡ تَكُوۡنَا مَلَكَيۡنِ اَوۡ تَكُوۡنَا مِنَ الۡخٰلِدِيۡنَ" (الاعراف: ۲۰)

"تمہارے رب نے اس درخت (کو چکھنے) سے تمہیں اس لیے منع کیا ہے کہ تم دو فرشتے نہ بن جاؤ یا ہمیشہ رہنے والوں میں سے نہ ہو جاؤ۔" [1]

(بقیہ حاشیہ)۔

تو قرآنِ مجید میں "قُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ" (آپؐ فرما دیجیے کہ میں تمہاری مثل بشر ہوں) کے معاً بعد "يُوۡحٰۤى اِلَىَّ" کے الفاظ بھی ہیں کہ "میری طرف وحی آتی ہے!" ــــ جب کہ ہم امتیوں میں سے کسی کو یہ مقام حاصل نہیں، چنانچہ ہم سب آپؐ کا کلمہ پڑھنے کے پابند ہیں اور آپؐ نے کسی امتی کا کلمہ نہیں پڑھا ــــ یہ فرقِ مراتب اظہر من الشمس ہے! مختصراً، بشر کو کمتر خیال کرنا بلیسی ذہن کا نتیجہ ہے، جس سے اجتناب ضروری ہے ــــ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ ہمیں شیطان کی فریب کاریوں سے محفوظ رکھے اور کتاب و سنت کی اتباع کی توفیق عطا فرمائے ــــ آمین!

حاشیہ صفحہ ہذا [1] اس فریب کار دشمن کی فریب کاریاں ملاحظہ ہوں:

۱۔ اس نے یہ نہیں کہا کہ اے آدم و حوا، تمہارے رب نے اس درخت کو چکھنے سے

بس پھر کیا تھا، دونوں نے اس کے بھرّے میں آکر اس درخت کو چکھ لیا، نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے لباس اتر گئے اور اپنے اوپر جنت کے پتے لپیٹنے لگے ـــــ ادھر رب کی طرف سے یہ اعلان ہو گیا کہ :

(بقیہ حاشیہ)

تمہیں منع نہیں کیا، لہٰذا اسے کھاؤ ـــــ ورنہ تو آدمؑ و حوا فوراً چونک جاتے کیونکہ اس درخت کے قریب تک جانے سے انھیں واضح الفاظ میں روک دیا گیا تھا، ظاہر ہے کہ وہ کچی گولیاں نہیں کھیلا، بلکہ بڑا گھاگ کھلاڑی ہے۔

۲- اس نے یہ کہا کہ : "اس درخت کو کھانے سے تمہیں اس لیے منع کیا گیا ہے کہ....!" یعنی اس ممانعت کی علّت تمہیں میں بتائے دیتا ہوں، آگے تمہاری مرضی! ـــــ یہ گویا نص کے مقابلے میں قیاس کو ترجیح دینا ہے! اسے آپ "چونکہ چنانچہ" کے چکر میں پڑ کر حیلہ سازی کا نام بھی دے سکتے ہیں، حالاں کہ احکامِ الٰہی کی من وعن اور حرف بحرف پابندی ہی میں خیریت کا راز پوشیدہ ہے!

۳- شیطان لوگوں کو ان کے اعمال خوشنما بنا کر دکھلاتا ہے، اور یہ اس کا سب سے خطرناک ہتھیار ہے ـــــ اس کا کہنا یہ تھا کہ اس درخت کو کھانے سے تمہیں اس لیے منع کیا گیا ہے کہ کہیں تم دو فرشتے نہ بن جاؤ یا ہمیشہ یہیں نہ رہنے لگو! حالانکہ یہ رب کی صریح نافرمانی کی تحریک تھی! ۶

۴- پھر یہ جھوٹ بھی تھا، قرآن مجید کے دوسرے مقام پر ہے :

"وَقَاسَمَهُمَآ إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِينَ"

"اس نے ان دونوں کو قسمیں کھا کھا کر یقین دلایا کہ میں تمہارے خیر خواہوں میں سے ہوں"

ـــــ جھوٹ اور جھوٹی قسمیں یہ بھی شیطان کا عطا کردہ تحفہ ہے!

۵- یہ خیر خواہی بھی بڑی عجیب تھی ـــــ ظاہر ہے کہ فرشتے نورانی مخلوق ہیں، جبکہ آدمؑ بشر ہو کر بھی مسجود الملائکہ تھے اور اشرف المخلوقات! تب بشریت پر اکتفاء نہ کرتے ہوئے نوری بننا مستحسن کیسے ہوا؟ ـــــ اوپر ہم بیان کر چکے کہ بشر کو کمتر

"اِهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ" (البقرۃ : ۳۶)

"تم سب ایک دوسرے کے دشمن ہو کر یہاں سے اتر جاؤ، اب ایک وقتِ مقررہ تک تمہارے لیے زمین میں ٹھکانا اور فائدہ اٹھانا ہے"

نیز واضح کر دیا گیا کہ:

"فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ"

(البقرۃ : ۳۷-۳۸)

"تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے گی، جس نے میری اس ہدایت کی اتباع کی تو اس پر کوئی خوف اور غم نہ ہوگا (یعنی وہ بلاخطر اسی جنت میں داخل ہو جائے گا) ——— اور جس نے کفر کیا اور میری آیات کو جھٹلایا تو (نہ صرف جنت اس کے ہاتھ سے جاتی رہے گی، بلکہ) ایسے لوگ جہنمی ہیں، وہ اس جہنم میں ہمیشہ رہیں گے!"

یہ تھے وہ حالات جن کی بنا پر ہمیں جنت سے نکلنا پڑا اور ایک طویل سفر ہمارا مقدر ٹھہرا ——— آدمؑ زمین پر آباد ہوئے اور ان کی اولاد اقطارِ عالم میں پھیلی، رب کی طرف سے ہدایت کا مذکورہ وعدہ پورا ہوا، چنانچہ بے شمار انبیاء و رسلؑ وقتاً فوقتاً مبعوث ہو کر بنی آدم کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتے رہے ——— ان میں سے ہر ایک کی دعوت

(بقیہ حاشیہ)

خیال کرنے والا بھی سب سے پہلا ابلیس تھا، اب یہ بشر کے لیے نوری بننے کی ترغیب بھی دیکھ لیجیے ——— اس کا بانی مبانی بھی ابلیس ہی تھا!

۶- اللہ ربّ العزت نے فرمایا تھا: "اس درخت کے قریب نہ جانا، ورنہ" فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ!" ("تم دونوں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے!") ——— اس کے بالکل برعکس شیطان کا کہنا یہ تھا کہ " اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ" "یا تم دونوں

کا نقطۂ آغاز یہ تھا :

"یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ" (ھود : ۵۰-۶۱)

"اے قوم، اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں"

اس عبادت کے تقاضے پورے کرنے کے لیے ان حضرات انبیائے کرامؑ نے اپنے مخاطبین کو اپنی اطاعت کا حکم بھی دیا :

"فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ" (الشعراء : ۱۰۸-۱۲۶-۱۴۴-۱۷۹)

"اللہ سے ڈرو اور میری عبادت کرو!"

قارئینِ کرام کو وہ دو عہد تو یاد ہوں گے جو اس سفر پر روانہ ہونے سے قبل ہم سے لیے گئے تھے ـــــ "اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ" کے تحت رب کو رب تسلیم کرنے کا تقاضا رب کی عبادت ہے : (يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ[1]) جسے یہاں "يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ" کے الفاظ سے بیان کیا جا رہا ہے ـــــ اسی طرح "ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ" کے تحت رسول پر ایمان کا تقاضا، رسول کی اطاعت ہے : (وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ[2]) جسے

(بقیہ حاشیہ)

(یہاں) ہمیشہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ گے!" ـــــ حقیقت یہ ہے کہ شیطان جب انسان کو اپنے بظاہر خوشنما جال میں پھنسا لیتا ہے، تو پھر پورا گرم دیکھ کر آخری بھرپور ضرب بھی لگا دیتا ہے ـــــ "اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ" بڑا ہی حسین فریب تھا، اس کے بعد روا روی میں "ظٰلِمِيْنَ" کے واضح ارشادِ باری تعالیٰ کو "خٰلِدِيْنَ" سے بدل دینے میں اسے کوئی جھجک مانع نہ ہوئی! ـــــ پس کتاب و سنت کی واضح نصوص کو "اہوائے نفسانی" کی بھینٹ چڑھا دینا بھی شیطان کی پڑھائی ہوئی پٹی ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس کے شر سے بچائے!

(حاشیہ صفحہ ہذا)

[1] "اے لوگو، اپنے رب کی عبادت کرو!" [2] "ہم نے جو بھی رسول بھیجا، تو اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے!"

یہاں "اَطِیْعُوْنِ" کے لفظ سے ذکر کیا جا رہا ہے ——— یہی وہ ہدایت تھی جس کی اتباع کا حکم سفر کے آغاز میں دیا گیا تھا: (فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ) اور اب دورانِ سفر بھی اسی زادِ راہ کی حفاظت کی تاکید کی جا رہی ہے! ——— یہ بھی یاد رہے کہ اسی سلسلۂ ہدایت میں "لَمَآ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ" کے تحت انبیاء و رسلؑ کو کتاب و حکمت ملی، لہٰذا "اتباعِ کتاب و سنت بھی اسی کا نام ہے: (اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ)[1] جسے بالفاظِ دیگر قرآن کریم نے "اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ"[2] سے تعبیر کیا ہے ——— "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کا اقرار بھی اسی عہد کی تجدید، اسی کا عنوان ہے، اور "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ" کی دعا بھی اسی ایفائے عہد کی خاطر سکھائی گئی — ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَّاَنِ اعْبُدُوْنِیْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ" (یٰسٓ: ۶۱)

"اور یہ کہ میری عبادت کرو، یہی صراطِ مستقیم ہے"

جب کہ اسی عبادت کے لیے نمونۂ عمل کے طور پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو "صراطِ مستقیم" پر قائم ہونے کی گارنٹی ملی:

"یٰسٓ ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ ۝ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝" (یٰسٓ: ۱-۴)

"یٰسٓ، قسم ہے قرآنِ حکیم کی! بلاشبہ آپؐ رسولوں میں سے ہیں — صراطِ مستقیم پر!"

الغرض نام یا عنوان مختلف ہیں، لیکن چیزیں دو ہی ہیں، تیسری کوئی نہیں ——— قرآنِ کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اقوام و ملل کے عروج و زوال اصلاً انھی دو چیزوں سے عبارت رہے ہیں ——— باقی رہے معاملات، حلال و حرام کے مسائل، معیشت و معاشرت کے اصول، تہذیب و تمدن کے انداز، سیاست و عدالت کے

---

[1] "اس چیز کی اتباع کرو، جو تمہاری طرف تمہارے رب کے ہاں سے نازل کی گئی ہے"

[2] "اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو!"

گرُ، عفت و پاکدامنی کی قدریں، جزا و سزا کے ضابطے، اخلاق و عادات کے معیار اور انتظام و انصرام کے طور طریق وغیرہ، تو یہ سب انہی کے ذیل میں آتے ہیں ـــــ چنانچہ جن لوگوں نے اس توشۂ سفر کی حفاظت کی، بسلامت منزل تک پہنچے، فلاح یاب ہوئے ـــــ اور جو اس سے تہی دست ہو گئے ان کی دنیا بھی برباد ہوئی اور آخرت بھی! ـــــ کیوں کہ ازلی دشمن ابلیس لعین نے انسان کو اسی صراطِ مستقیم کے سلسلے میں دھوکے میں ڈالا اور اسے گمراہ کرنے کے لیے اسی کے آس پاس ڈیرے ڈالے ـــــ اس نے واشگاف لفظوں میں اعلان کیا تھا:

"فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ"

"مجھے تو تُو نے گمراہ کیا ہی ہے، اب میں بھی ان (کو گمراہ کرنے) کے لیے تیرے سیدھے رستے میں بیٹھوں گا"

اسے معلوم تھا کہ اگر مسافر سے زادِ راہ ہی چھین لیا جائے تو اس کی سلامتی نہ صرف مشکوک، بلکہ تباہی یقینی ہو جائے گی ـــــ ادھر اللہ ربّ العزّت نے بھی معیارِ فوز و فلاح انہی دو چیزوں کو ٹھہرایا ـــــ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا" (الاحزاب: ۷۱)

"اور جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کی تو وہ فوز و فلاح سے ہمکنار ہوا"

جبکہ ضلالت و گمراہی بھی انہی دو کی مخالفت کا نتیجہ ہے:

"وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا"

(الاحزاب: ۳۶)

"اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی کرے تو وہ دُور کی گمراہی میں جا پڑا"

(جاری ہے)